اکائی 6 میرامن دہلوی کی داستان نگاری

ساخت

6.1 اغراض ومقاصد
6.2 تمہید
6.3 میرامن دہلوی کی داستان نگاری کی خصوصیات
6.3.1 میرامن دہلوی کا اسلوب
6.3.2 میرامن دہلوی کی زبان
6.3.3 میرامن دہلوی کے اسلوب کی دلکشی
6.3.4 میرامن دہلوی کی داستان میں معاشرت کی عکاسی
6.4 آپ نے کیا سیکھا
6.5 اپنا امتحان خود لیجیے
6.6 سوالوں کے جوابات
6.7 فرہنگ
6.8 کتب برائے مطالعہ

6.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی میں آپ

- میرامن دہلوی کی داستان نگاری کی خصوصیات سے واقف ہوں گے۔
- میرامن دہلوی کے اسلوب، زبان اور اسکی دل کشی کو جان سکیں گے۔
- میرامن دہلوی کی داستان 'باغ و بہار' کی مقبولیت کے اسباب کو بھی جان سکیں گے۔
- 'باغ و بہار' کی تصنیف کے وقت کی ہندوستانی معاشرت سے متعارف ہوں گے۔
- میرامن کے توسط سے دہلوی تہذیب وتمدن سے بھی واقف ہوں گے۔

6.2 تمہید

اردوادب کی تاریخ میں میرامن دہلوی ایک ایسا نام ہے جس نے ''باغ و بہار'' اور'' گنج خوبی'' جیسی معرکۃ الآرا کتابیں لکھ کر اردو زبان کو بال و پر عطا کیا اور اردو ادب کو سادہ، رواں اور سلیس اسلوب سے بہرور کیا مگر ان کی حیات اور خدمات پر اب تک مکمل کتابیں بہت کم دستیاب ہیں۔ لہذا میرامن دہلوی پر ان کے شایان شان اردو میں کام نہ ہوسکا، ان کے مقام ومرتبے کا تعین کرنے اور ان کی حیات کو اردو زبان وادب کے لئے حیات

بخش قرار دینے میں کچھ متفرق تحریریں البتہ مل جاتی ہیں۔

اردو ادب کی دوسری اصناف کی طرح داستان نگاری کا رواج بھی فارسی سے اردو میں رائج ہوا۔ اردو کی پہلی باقاعدہ داستان 'سب رس' قرار پاتی ہے جو دکن کے مشہور بادشاہ قلی قطب شاہ کے عہد میں ملا وجہی نے 1635" ء میں لکھی۔ 1730ء کے آس پاس قلم بند دوسری اہم داستان 'قصۂ مہر افروز دلبر' ہے جس میں عیسوی خاں بہادر نے مہر افروز دلبر کی داستانِ معاشقہ بڑے دلچسپ انداز میں پیش کی ہے۔ زبان اس قصے کی بھی اردوئے قدیم ہے جس کا سمجھنا آسان نہیں۔ اس کے بہت سے الفاظ آج متروک ہیں۔ اردو داستان کی تاریخ میں تیسری قابلِ ذکر داستان 'عجائب القصص، ہے جسے دلی کے ایک نابینا بادشاہ، شاہ عالم ثانی نے 93-1792ء میں تحریر کی۔ اسی عہد میں مشہور صوفی حضرت گیسو دراز بندہ نواز کی معراج العاشقین سامنے آئی۔ اردو کی نثری داستانوں میں انشا اللہ خاں کی 'رانی کیتکی کی کہانی، کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ شمالی ہند میں لکھی جانے والی یہ پہلی داستان ہے جو لوگوں کی توجہ کا مرکز بنی۔ اس داستان کی پذیرائی بھی خوب ہوئی۔ آج بھی یہ کتاب اردو کی چند مقبول ترین کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ رانی کیتکی کی کہانی کے بعد اردو کی جس داستان کو شہرت ملی وہ میرامن دہلوی کی 'باغ و بہار' ہے۔ اپنے منفرد اندازِ بیان اور سلیس و برجستہ زبان کی بدولت 'باغ و بہار' کو سب سے زیادہ قبولِ عام کا درجہ حاصل ہوا۔ باغ و بہار میں دہلی کی معاشرت کی عکاسی کی گئی ہے۔ 'باغ و بہار' میرامن دہلوی کی داستانوی کتاب ہے جو انھوں نے فورٹ ولیم کالج میں گلکرسٹ کی فرمائش پر لکھی۔ بقول سید محمد:

> ''میرامن نے 'باغ و بہار' میں ایسی سحر کاری کی ہے کہ جب تک اردو زبان زندہ ہے مقبول رہے گی اور اس کی قدر و قیمت میں مرورِ ایام کے ساتھ کوئی کمی نہ ہوگی۔'' بقول سید وقار عظیم: داستانوں میں جو قبول عام ''باغ و بہار'' کے حصے میں آیا ہے وہ اردو کی کسی اور داستان کو نصیب نہیں ہوا۔''

میرامن نے 'باغ و بہار' جان گل کرسٹ کی فرمائش پر فورٹ ولیم کالج کی ملازمت کے زمانے میں میر حسین عطا تحسین کی 'نوطرز مرصع' سے ترجمہ کی اور اس طرح یہ داستان اردو نثر میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے کہ اردو نثر میں پہلی مرتبہ سلیس اور آسان عبارت کا رواج ہوا جو اِسی داستان کی وجہ سے ممکن ہوسکا۔ آگے چل کر غالب کی نثر نے اس کو کمال تک پہنچا دیا۔ اسی لئے مولوی عبدالحق کا کہنا ہے کہ اردو نثر کی ان چند کتابوں میں 'باغ و بہار' کو شمار کیا جاتا ہے جو ہمیشہ زندہ رہنے والی ہیں اور شوق سے پڑھی جائیں گی۔

6.3 میرامن کی داستان نگاری کی خصوصیات

6.3.1 میرامن دہلوی کا اسلوب:

اردو کے نثری سرمائے میں 'باغ و بہار' ایک ایسی کتاب ہے، جس کا جادو دو سو سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود قائم ہے اور جس کی شہرت و مقبولیت میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ اس کتاب نے اردو نثر کو ایک نئی سمت عطا کی۔ 'باغ و بہار' بنیادی طور پر ترجمہ ہے مگر اس کی شہرت اصل کتاب سے کہیں زیادہ ہے۔ ترجمہ اتنا خوبصورت اور سلیس ہے کہ طبع زاد کا گمان ہوتا ہے اور اس کی خوبی یہ ہے کہ اس ترجمے کا نہ صرف انگریزی میں ترجمہ ہوا بلکہ اردو کے مشہور محقق گارساں دتاسی نے فرانسیسی میں بھی اس کا ترجمہ کیا۔ گفتگو کی زبان میں لکھی گئی یہ

داستان 'باغ و بہار' کے نام سے مشہور ہے۔ میر امّن دہلوی فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے ہندوستانی شعبے میں تیسرے درجے کے ملازم تھے اور ان کی تنخواہ بھی دوسرے مصنفین اور مترجمین کے مقابلے میں کم تھی مگر محنت اور لگن نے میر امّن دہلوی کے 'باغ و بہار' کو آج بھی سرسبز رکھا ہے۔ اس کی غیر معمولی مقبولیت کی سب سے بڑی وجہ اس کا دلکش اور دلنشین انداز بیان ہے۔ جو اسے اردو زبان میں ممتاز مقام عطا کرتا ہے۔ ارباب نثر اردو کے مولّف مولوی سید محمد میر امن دہلوی کے مقام و مرتبہ کا تعین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''میر امن نے اپنی کتاب 'باغ و بہار' میں ایسی سحر کاری کی ہے کہ وہی اب تک مقبول ہے اور جب تک اردو زبان زندہ ہے مقبول رہے گی اور اس کی قدر و قیمت میں مرور ایام کے ساتھ کوئی کمی نہ ہوگی۔ میر امن خاص دلی کے باشندے تھے، دہلی کی اردوئے معلّیٰ ان کی زبان تھی۔ باغ و بہار انھوں نے اسی ٹکسالی زبان میں لکھی ہے یہی وجہ ہے کہ زبان کا ذوق رکھنے والے جب کبھی ان کی کتاب پڑھتے ہیں تو چٹخارے لیتے ہیں اور ایک ایک جملے اور فقرے پر ان کی زبان سے واہ واہ نکلتی ہے۔''

(ارباب نثر اردو ص ۵۶-۵۵)

فورٹ ولیم کالج سے وابستگی کے بعد میر امّن کو پہلا کام قصہ 'چہار درویش' کے اردو ترجمہ کا ملا۔ انھوں نے جان گل کرسٹ کی ہدایت کے مطابق ٹھیٹھ ہندوستانی گفتگو میں اس کتاب کا ترجمہ کیا اور اتنا عمدہ ترجمہ کیا کہ کالج کی طرف سے اس پر 500 روپیہ کا انعام دیا گیا۔ انھوں نے عطا حسین خاں تحسین کی 'نوطرز مرصع' کو سامنے ضرور رکھا مگر اپنے طور پر اتنی تبدیلیاں کردیں کہ اصل کتاب گم ہوگئی۔ 'باغ و بہار' میں چار درویشوں کی سرگزشت ہے اور آزاد بخت اس کے مرکزی کردار ہیں۔

میر امّن نے ترجمہ میں عربی، فارسی سے گریز کرکے ہندوی کا کثرت سے استعمال کیا ہے اور دلّی کی زبان کو بنیاد بنایا ہے۔ انھوں نے ترجمہ کرتے ہوئے مروجہ قواعد سے بھی انحراف کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ناقدین نے 'باغ و بہار' میں قواعد کی غلطیاں بھی نکالی ہیں اور یہ لکھا ہے کہ اس میں واحد جمع اور تذکیر و تانیث کا بھی خیال نہیں رکھا گیا ہے۔ اس کے باوجود 'باغ و بہار' کی نثر بے مثال اور بے نظیر ہے۔

فورٹ ولیم کالج کی بیشتر تالیفات میں لکھنے والوں نے سب سے زیادہ توجہ اس بات پر دی کی کتاب کی زبان سادہ، سلیس ہو اور روزمرہ محاورے ہوں اور بول چال کی زبان ہو، تاکہ نو وارد انگریزوں کو مقامی زبان و بیان اور تہذیب و معاشرت سے آشنا کرایا جاسکے۔ 'باغ و بہار' کی من جملہ دوسری خوبیوں کے زبان و بیان کے لحاظ سے بھی فورٹ ولیم کالج کی دوسری کتابوں پر فوقیت حاصل ہے۔ 'باغ و بہار' کی اس فوقیت کے پیش نظر یہ قول بہت مشہور ہوا کہ میر امن دہلوی کا اردو نثر میں وہی مرتبہ ہے جو میر کا غزل گوئی میں۔

6.3.2 میر امن کی زبان:

باغ و بہار کی اشاعت سے لے کر آج تک اردو کے ہر اہم نقاد نے میر امن کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور ان کے بے مثال اسلوب کا جائزہ لیتے ہوئے ان کی نثر کی خصوصیات پر بحث کی ہے۔ اس نقد و تجزیہ میں اگرچہ بعض نقادوں کے یہاں معروضیت پر جذباتیت غالب آگئی ہے لیکن یہ امر بہرحال مسلم ہے کہ میر امن کے اسلوب میں

کچھ ایسی دل کشی اور رعنائی ہے کہ ہر صاحب دل بے اختیار اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ یوروپی دانشور ڈنکن فاربس جس نے اپنی زندگی کے کئی اہم ماہ و سال 'باغ و بہار' کی تدوین و اشاعت میں گزارے تھے، اردو نثر میں میرامن کا درجہ متعین کرتے ہوئے اپنے پیش لفظ میں لکھتے ہیں۔

''عطا حسین تحسین خاں نے 'نوطرز مرصع' کے عنوان سے اس (فارسی قصہ چہار درویش) کا ترجمہ تو کیا لیکن عربی و فارسی محاورات کی کثرت اور پر تکلف اسلوب کی بنا پر اسے زبان کے نمونے کی حیثیت سے پسند نہ کیا جاسکا۔ یہ قباحت دور کرنے کے لیے حوالۂ بالا ترجمہ سے میرامن دلّی والے نے جو کہ کالج سے وابستہ مقامی فضلا میں سے ہیں، اس کو قلم بند کیا اور ہندوستانی طالب علموں پر فوراً یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اس نے کس خوش اسلوبی سے ریختہ کے محاوروں کی برتری کے ساتھ ساتھ اسلوب کی سادگی اور زبان کی صفائی کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا جس سے زبان پر اس کی قدرت عیاں ہوتی ہے۔ کتاب میں مشرقی آداب و روایات کی دل خوش کن تفاصیل ملتی ہیں اور کوثر و تسنیم میں دھلی زبان اسے ایک حد تک اصل تصنیف بنا دیتی ہے۔ اس بنا پر ہندوستان کی اس مقبول زبان میں حالیہ شائع شدہ کتابوں میں یہ ایک کارآمد اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے''

(بحوالہ 'باغ و بہار' مرتبہ سلیم اختر مقدمہ ص 268)

انیسویں صدی کے ممتاز دانشور سرسید احمد خاں اپنے خاص انداز میں میرامن کے ادبی مرتبہ کو متعین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اردو نثر لکھنے والوں میں میرامن جس نے باغ بہار لکھ سب پر فوق لے گیا، حقیقت میں نظم لکھتے ہیں جیسا کہ کمال میر کو ہے نثر لکھنے میں ویسا ہی کمال میرامن کو ہے'' (آثار الصنادید، سرسید احمد خاں طبع دوم مطبع احمدی واقع دہلی باہتمام شیخ ظفر علی۔ ۱۸۵۳ء تیسرا باب ص ۱۰۶)

مولوی عبدالحق 'باغ و بہار' کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

'''باغ و بہار' اپنے وقت کی نہایت فصیح اور سلیس زبان میں لکھی گئی داستان ہے۔ میرامن خاص دلّی کے رہنے والے تھے اور اُن کی زبان ٹھیٹ دلّی کی زبان ہے اور ان کا لکھنا سند ہے۔''

(مقدمہ 'باغ و بہار' ص 12)

باغ و بہار کے دیباچے میں میرامن نے اپنے تئیں دلی کا روڑا لکھا ہے۔ اور پشتوں سے دلی میں رہائش پزیر ہونے کے ناطے خود کو زبان کا شناسا بتایا ہے۔ اور اپنی زبان کو دلی کی مستند زبان کہا۔

''اردو کی پرانی کتابوں میں کوئی کتاب زبان کی فصاحت اور سلاست کے لحاظ سے لگا نہیں کھاتی۔ اگرچہ زبان نے بہت کچھ پلٹا کھایا ہے الفاظ و محاورات اور فقرات و تراکیب میں مختلف النوع تغیرات آگئے ہیں اُس وقت اور اس وقت کی زبان میں بڑا بل ہے تاہم 'باغ و بہار' اب بھی پڑھنے کے قابل ہے جیسے پہلے تھی۔ مصنف کو زبان پر بڑی قدرت ہے اور وہ ہر موقع پر اسی کے مناسب ٹھیٹ الفاظ استعمال کرتا ہے اور ہر

کیفیت اور واردات کا نقشہ ایسی خوبی کے ساتھ کھینچتا ہے کہ اس کے کمال انشا پردازی کی داد دینی پڑتی ہے" (مقدمہ باغ و بہار مرتبہ عبدالحق ص 13)

میرامن کی زبان کی سادگی: میر امّن نے باغ و بہار میں نہایت سادہ اور دل کش اسلوبِ بیان اختیار کیا ہے میرامن کی سادگی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ پڑھنے والے کے ذہن پر کسی جگہ بھی اکتاہٹ اور تھکاوٹ کا بوجھ نہیں ڈالتی بقول کلیم الدین احمد" باغ و بہار کی سادگی سپاٹ نہیں اس میں ناگوار نیرنگی نہیں یہاں سادگی و پرکاری بیک وقت جمع ہیں۔"

زبان کو سادگی کے دائرے میں رکھنے والے کو ہر وقت یہ خطرہ لاحق رہتا ہے کہ اس کی سادگی پر عمومیت اور بعض صورتوں میں عامیانہ پن کا سایہ نہ پڑ جائے۔ اکثر نثر نگاروں سے یہ لغزش ہو ہی جاتی ہے۔ سید وقار عظیم "ہماری داستان" میں لکھتے ہیں،" میرامن کے طرز بیان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اُن کی سادگی ہمیشہ عمومیت اور ابتذال کے داغوں سے پاک رہی ہے اس سادگی کی ایک تہذیبی سطح ہے اور میرامن کبھی اس تہذیبی سطح سے نیچے نہیں اترتے۔

الفاظ کا برمحل استعمال: لفظ کو اس کے صحیح مفہوم میں موقع محل کی مناسبت سے استعمال کرنا اصل انشاء پردازی ہے اور یہی میرامن کا فن ہے۔ ڈاکٹر ممتاز میرامن کے سلسلے میں لکھتے ہیں" ان کا ہر بیان نہایت کامیاب ہے ان کے پاس الفاظ کا وسیع ذخیرہ بھی موجود ہے اور پھر اس کے استعمال پر یہ قدرت کہ جو لفظ جہاں استعمال کر دیا وہ عبارت کا جزوِ ناگزیر بن گیا جو صنعت کسی موصوف کے لئے استعمال کی وہ اس کا ایسا حصہ بن کر رہ گئی کہ گویا صرف اسی کے لئے وضع ہوئی تھی۔"

الفاظ کے استعمال میں میرامن دہلوی کا اعتدال پسند رویہ: فارسی الفاظ، تراکیب، تشبیہات اور استعارات کے اثرات سے بچ کر اردو لکھنا آج بھی شوار ہے۔ لیکن میرامن نے اپنی تحریروں میں اعتدال کی روش کو اپنایا ہے۔ ان کی نثر کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں عربی، فارسی کے الفاظ کم اور ٹھیٹھ اردو کے الفاظ زیادہ ہیں، میر امّن بدیسی الفاظ سے مرعوب ہو کر اپنے مقامی الفاظ کو نہیں بھولتے، قدیم فارسی تشبیہوں اور استعاروں کے ساتھ ساتھ اپنے بے تکلف اور لطیف استعارات اور تشبیہات کو بھی بڑے قرینے سے جملوں میں پروتے ہیں۔ مقامی الفاظ کے لطیف اور مناسب استعمال نے میرامن کے یہاں اخلاقیات کو ادب کا جز بنا دیا ہے۔ وہ حکمت و دانش اور پند و نصیحت کی باتیں بھی اس خوبصورتی سے بیان کر جاتے ہیں کہ کانوں کے راہ سیدھی دل پر اثر کر جاتی ہیں۔ بقول سید وقار عظیم" میرامن کو لفظوں پر قدرت ہے وہ آسان ہندوستانی لفظوں سے مرکبات بنا کر اور ہندوستانی کے معمولی الفاظ استعمال کر کے اپنی بات کا وزن اتنا بڑھا دیتے ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔"

روزمرہ اور محاوروں کا استعمال: روزمرہ اور محاوروں کے صحیح اور متوازن استعمال سے کسی بھی تخلیق کار کی تخلیق کے وقار میں اضافہ ہوتا ہے۔ میرامن نے اپنی زبان میں روزمرہ اور محاورں کا پورا پورا خیال رکھا ہے۔ بول چال کے انداز کو تحریری زبان پر ہر جگہ ترجیح دی ہے۔ اگرچہ میرامن ایک فرمائش کی تعمیل میں اپنی عبارت کو محاوروں سے مزّین کر رہے تھے۔ لیکن کمال یہ ہے کہ ان کی بامحاورہ زبان ایک بہترین داستان گوئی کے فطری عمل کی تکمیل معلوم ہوتی ہے۔ کہانی کی صورت حال اور افرادِ قصہ کی کیفیت کے اظہار سے محاورہ آپ ہی اپنی شرح بھی ہو جاتا ہے۔ بقول پروفیسر حمید احمد خاں" اردو نثر روزمرہ کی روانی اور ٹھیٹھ محاورے کے لطف سے پہلی مرتبہ باغ و بہار میں آشنا ہوئی۔"

اردو کے ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ: میر امن ماہر زبان تھے انھوں نے اردو کو مالا مال کرنے کے لئے بہت سے الفاظ اور محاورے تخلیق کیے۔ بہت سے الفاظ اور محاورے میر امن کے علاوہ کسی اور ادیب کے ہاں مستعمل نہیں۔ اس طرح میر امّن نے نئے الفاظ کا کثیر سرمایہ اردو زبان کو عطا کیا۔ پروفیسر گیان چند جین اپنے تحقیقی مقالے ''اردو کی نثری داستانیں'' میں 'باغ و بہار' اور میر امن پر مفصل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''میر امن ماہر زبان تھے یہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے اردو کو مالا مال کرنے کے لیے نہ صرف ہندی اور بول چال کے الفاظ کھپائے بلکہ کتنے ہی الفاظ اور محاورے تخلیق کر دیئے۔ اگر کوئی ایک نیا لفظ یا ایک محاورہ بھی وضع کر دے اس کے لیے باعث فخر ہوگا۔ امّن نے تو اردو کو اس قدر نئے الفاظ دیئے۔ 'باغ و بہار' ان چند کتابوں میں سے ہے جن کی زبان اور طرز بیان ان کے نفس مضمون سے زیادہ اہم ہے۔ یہ ایک اسلوب کی نمائندہ ہے۔''
>
> (اردو کی نثری داستانیں، ص298)

6.3.3 میر امن دہلوی کے اسلوب کی دلکشی:

مولوی سید محمد 'ارباب نثر اردو' میں میر امن کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

> ''باغ و بہار کی زبان کے علاوہ طرز بیان میں بھی ایسی دل کشی اور دل فریبی ہے کہ قصوں کے طویل ہونے اور قصہ کے بیچ میں قصہ آ جانے کے باوجود طبیعت اکتاتی نہیں اور جی یہی چاہتا ہے کہ کتاب ختم کیے بغیر نہ رکھی جائے۔ فورٹ ولیم کالج کے نثر نویسوں میں کسی اور کے طرز بیان میں یہ دلکشی نہیں۔ اگر کسی کی زبان اور طرز بیان میر امن کے لگ بھگ ہوسکتا ہے تو وہ صرف شیر علی افسوس ہیں۔ مگر ان کا طرز بیان بھی میر امن کا سا سادہ اور پر لطف نہیں ہے۔'' (ص53)

میر امن کو علم تھا کہ کس موقع پر کون سی بات کس حد تک پھیلا کر اور کس حد تک مختصر کر کے بیان کی جائے کہ وہ تصویر کشی، واقع نگاری، کردار اور سیرت کی مصوری اور افسانوں میں دلچسپی کے مطالبات پورا کر سکے اور اس لئے جہاں اُن کی داستان میں ہمیں واقعات کی تفصیلات ملتی ہیں۔ ایسے موقعے بھی بے شمار ہیں کہ انھوں نے اپنی بات کو سمیٹ کر تھوڑے سے لفظوں میں بیان کر دیا ہے۔ میر امن کہانی بناتے وقت یہ بات کبھی نہیں بھولتے کہ بات کتنے لفظوں میں کہنی چاہیے تا کہ بات کا تاثر اور دلکشی برقرار رہ سکے۔ بقول سید وقار عظیم ''میر امن کی عبارت میں ناظر یا سامع کو اپنے اندر جذب کر لینے کی جو خصوصیت ہے اس میں اور بہت سی چیزوں کے ساتھ اس بات کو بھی اہمیت حاصل ہے کہ ہر بات اتنے ہی لفظوں میں کہی جاتی ہے جتنے اُسے موثر اور دل کش بنانے کے لئے ضروری ہے۔''

میر امن تصویروں کو متحرک اور زندہ تصویریں بناتے ہوئے قارئین کی ذہنی سطح کو ملحوظ رکھتے ہیں اس میں فکری گہرائیوں کے بجائے فوری پن پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تا کہ ہر آدمی اس سے لطف اٹھا سکے۔ وہ اس مقصد کے پیش نظر ایسی سادہ تشبیہوں کا استعمال کرتے ہیں کہ جو روزمرہ زندگی سے متعلق ہیں اور اس کے باجود اپنے اندر بڑی ندرت رکھتی ہیں میر امن تشبیہوں کے علاوہ تمثیلوں سے بھی کام لیتے ہیں۔

مجموعی طور پر اگر دیکھا جائے تو 'باغ و بہار' ان چند کتابوں میں سے ہے۔ جن کی زبان اور طرز بیان ان کے نفس مضمون سے زیادہ اہم ہے یہ ایک ایسے اسلوب کی نمائندہ ہے جس کی کوئی تقلید نہ کر سکا۔ 'باغ و بہار' کی ان ہی خصوصیات کے پیش نظر پروفیسر حمید احمد خاں لکھتے ہیں، ''میرامن کی باغ و بہار پاکیزہ اور شفاف اردو کا ابلتا ہوا چشمہ ہے۔'' اور میرامن دہلوی کی زبان کے مولوی عبدالحق بھی ہمیشہ گن گاتے رہے اور یہاں تک کہہ گئے کہ ''میں جب اردو بولنے لگتا ہوں تو 'باغ و بہار' پڑھتا ہوں۔'' مولوی سید محمد 'ارباب نثر اردو میں' میرامن کے اثر کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''میرامن کے طرز بیان کی مقبولیت نے بہت سے مصنفین میں ان کی تقلید کا شوق پیدا کیا ان میں مولانا نذیر احمد دہلوی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں ان کی 'توبتہ النصوح' میں 'باغ و بہار' کی بہت سی جھلکیاں نظر آتی ہیں اور دونوں کی زبان و بیان کا مقابلہ کیا جائے تو سوا سو برس میں جو تبدیلیاں ہوئی ہیں ظاہر ہو جائیں گی اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ ان دونوں میں کس قدر یکسانیت ہے۔ مولانا نذیر احمد کے مقلدین مولوی راشد الخیری و بشیر الدین احمد دہلوی میں بھی میرامن کے طرز کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔'' (ارباب نثر اردو ص 54)

6.3.4 میرامن دہلوی کی داستان میں معاشرت کی عکاسی:

میرامن، دہلی (دلی) کے رہنے والے تھے۔ دلی کی تہذیبی زندگی کے تمام لوازمات اپنی جزئیات وتفصیلات کے ساتھ 'باغ و بہار' میں بڑے موثر انداز میں پیش کئے ہیں۔ ڈاکٹر گیان چند جین اپنے مقالے میں لکھتے ہیں کہ ''معاشرت کی مرقع نگاری 'باغ و بہار' کا طرہ امتیاز ہے۔ میرامن نے جس شے کا ذکر کیا ہے تفصیل کے انبار لگا دیئے ہیں۔ انہوں نے شعوری طور پر اپنی تصنیف میں دلی کی معاشرت کے نقوش کو جا بجا محفوظ کر لیا ہے۔

'باغ و بہار' میں دلی کی معاشرت کی بھرپور تصویریں ملتی ہیں۔ قصوں کے منظر فارس وعجم کے ہیں لیکن ان کی معاشرت دلی کے مغل دربار کی ہے۔ بقول مولوی عبدالحق ''میرامن قصہ روم و شام چین و ایران لکھتے ہیں لیکن جب موقع آتا ہے تو ہمارے مرثیہ گوشاعروں کی طرح آداب و رسوم اپنے ہی دیس کے بیان کرتے ہیں''۔ 'باغ و بہار' نہ صرف دلی کی معاشرت کی آئینہ دار ہے بلکہ اس میں دہلوی ذہن بھی اجاگر نظر آتا ہے معنوی طور پر میرامن کی داستان نویسی نے اردو ادب میں بعض قابل ذکر اضافے کئے ہیں۔ ان میں سب سے نمایاں واقعیت نگاری کا وہ عنصر ہے جس سے 'باغ و بہار' کی عبارت بھری پڑی ہے۔ جزئیات سے میرامن کو ایک سچے مصور کی طرح محبت ہے۔ وہ جزئیات کی مدد سے اپنی تصویروں میں زندگی کا رنگ بھرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قصہ چہار درویش میں شاہ و گدا، امیر و وزیر اور سوداگر اصل بازار میں ہمارے ہزار سالہ معاشرتی پس منظر کے سامنے اٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔

میرامن کی داستان میں یوں تو ہر صفحے پر دہلویت جلوہ افروز ہے لیکن بعض گوشے ایسے ہیں جہاں یہ رنگ زیادہ چوکھا ہے۔ خصوصاً پہلے درویش کے قصے میں دہلویت کا رنگ اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ موجود ہے۔ 'باغ و بہار' تہذیبی اور تاریخی نقطہ نظر سے بڑی اہم اور دلچسپ داستان ہے۔ اس کے صفحات پر پھیلا ہوا رنگِ معاشرت محض تخیل کا بیان نہیں بلکہ حقیقت وواقعیت کی خوش بیانی ہے۔ بقول ممتاز حسین، ''قوت متخیلہ حقیقت پر ایک رنگین فانوس چڑھاتی ہے نہ کہ کوئی شے عدم محض سے وجود میں لاتی ہے۔'' میرامن کی سادہ بیانی کا

ذکر کرتے ہوئے پروفیسر وقار عظیم لکھتے ہیں:

> ''میرامن کی سادگی، سلاست اور فصاحت میں دلی کی گلیوں میں رہنے، بسنے اور وہاں کی محل سراؤں اور قلعۂ معلٰی کی شہ نشینیوں میں پرورش پانے والی روایت کی سجاوٹ اور رچاؤ بھی ہے۔ اور ان کے رنگ طبیعت کی لطافت اور ستھرا پن بھی، اور یہی وجہ ہے کہ نہ سلاست و فصاحت کا زور کم ہوتا ہے، نہ اس کا رنگ پھیکا پڑتا ہے اور ہر زمانے کا پڑھنے والا اس کی سادہ پُرکاری سے متاثر ہوتا ہے، اور اس کے مزے لیتا ہے اور میرامن کی قدامت کے باوجود اسے سراہتا اور عزیز رکھتا ہے....... میرامن کی سادگی کی سب سے بڑی خصوصیت یہی ہے کہ وہ پڑھنے والے کے ذہن پر کسی اکتاہٹ یا تھکاوٹ کا بوجھ نہیں ڈالتی۔ میرامن کو زبان و بیان پر جو قدرت ہے اور ان کے تصرف میں الفاظ کا جو وسیع سرمایہ ہے وہ بات میں نہ تکرار پیدا ہونے دیتا ہے اور نہ اسے خشک اور بے مزہ بناتا ہے۔'' (ہماری داستانیں ص 31)

یوں تو باغ و بہار ایک داستان ہے اس کی حیثیت اردو کے افسانوی ادب میں ایک سنگ میل کی ہے اور اسے زبان و ادب کے ایک شاہکار کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ یہ اپنے زمانے کی اجتماعی زندگی کی ایک مکمل دستاویز ہے۔ یہ اپنے عہد کے معاشرے اور تہذیبی احوال و آثار و واقعات و کوائف کا مستند تاریخی ریکاڈ ہے۔ بقول مولوی عبدالحق " مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ میرامن دہلوی نے اگرچہ 'باغ و بہار' کو ایک داستان کے طور پر پیش کیا ہے۔ جس میں بہت سا حصہ فرضی کرداروں پر مشتمل ہے۔ لیکن اس پوری داستان میں وہ دہلی شہر اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ جھلکتا دکھائی دے رہا ہے۔ جو خود میرامن کے دل میں موجود تھا۔''

6.4 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی میں

- آپ میرامن دہلوی کی داستان نگاری کی خصوصیات سے واقف ہوئے۔
- آپ میرامن دہلوی کے اسلوب، زبان اور اسکی دل کشی سے بھی واقف ہوئے۔
- آپ نے میرامن دہلوی کی داستان 'باغ و بہار' کی مقبولیت کے اسباب کو تلاش کیا۔
- آپ میرامن دہلوی کے زمانے کی ہندوستانی معاشرت سے متعارف ہوئے۔
- آپ میرامن کے توسط سے اس زمانے کی دہلوی تہذیب و تمدن سے بھی واقف ہوئے۔

6.5 اپنا امتحان خود لیجیے

1 یوروپی دانشور ڈنکن فاربس نے 'باغ و بہار' کے پیش لفظ میں کیا خاص بات لکھی؟

2 سرسید احمد خاں نے آثار الصنادید میں میرامن کے ادبی مرتبہ کو متعین کرتے ہوئے کیا خاص بات لکھی؟

3 'باغ و بہار' میں کس شہر کی معاشرت کی تصویریں ملتی ہیں؟

4 'باغ و بہار' کے حوالے سے میرامن کی زبان کی سادگی پر مختصر نوٹ لکھیے؟

5 'باغ و بہار' کی زبان کی خصوصیات مختصراً بیان کیجیے؟

6.6 سوالوں کے جوابات

1 یوروپی دانشور ڈنکن فاربس جس نے اپنی زندگی کے کئی اہم ماہ وسال 'باغ و بہار' کی تدوین واشاعت میں گزارے تھے، اردو نثر میں میر امن کا مرتبہ متعین کرتے ہوئے اپنے پیش لفظ میں لکھتے ہیں۔

''عطا حسین تحسین خاں نے 'نوطرز مرصع' کے عنوان سے اس (فارسی قصہ چہار درویش) کا ترجمہ تو کیا لیکن عربی و فارسی محاورات کی کثرت اور پر تکلف اسلوب کی بنا پر اسے زبان کے نمونے کی حیثیت سے پسند نہ کیا جاسکا۔ یہ قباحت دور کرنے کے لیے حوالۂ بالا ترجمہ سے میر امن دلّی والے نے جو کہ کالج سے وابستہ مقامی فضلا میں سے ہیں، اس کو قلم بند کیا اور ہندوستانی طالب علموں پر فوراً یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اس نے کس خوش اسلوبی سے ریختہ کے محاوروں کی برتری کے ساتھ ساتھ اسلوب کی سادگی اور زبان کی صفائی کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا جس سے زبان پر اس کی قدرت عیاں ہوتی ہے۔ کتاب میں مشرقی آداب و روایات کی دل خوش کن تفاصیل ملتی ہیں اور کوثر و تسنیم میں دھلی زبان اسے ایک حد تک اصل تصنیف بنا دیتی ہے۔ اس بنا پر ہندوستان کی اس مقبول زبان میں حالیہ شائع شدہ کتابوں میں یہ ایک کارآمد اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے''

2 سر سید احمد خاں 'آثار الصنادید' میں میر امن کے ادبی مرتبہ کو متعین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اردو نثر لکھنے والوں میں میر امن جس نے 'باغ بہار' لکھ سب پر فوق لے گیا، حقیقت میں نظم لکھتے ہیں جیسا کہ کمال میرؔ کو ہے نثر لکھنے میں ویسا ہی کمال میر امن کو ہے''

3 'باغ و بہار' میں دلی کی معاشرت کی بھرپور تصویریں ملتی ہیں۔ قصوں کے منظر فارس وعجم کے ضرور ہیں لیکن ان کی معاشرت دلی کے مغل دربار کی ہے۔ بقول مولوی عبدالحق، ''میر امن قصہ روم و شام چین و ایران لکھتے ہیں لیکن جب موقع آتا ہے تو ہمارے مرثیہ گو شاعروں کی طرح آداب و رسوم اپنے ہی دیس کے بیان کرتے ہیں۔''

4 میر امّن نے 'باغ و بہار' میں نہایت سادہ اور دل کش اسلوبِ بیان اختیار کیا ہے 'باغ و بہار' کی زبان کی سادگی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ پڑھنے والے کے ذہن پر کسی جگہ بھی اکتاہٹ اور تھکاوٹ کا بوجھ نہیں ڈالتی بقول کلیم الدین احمد، ''باغ و بہار کی سادگی سپاٹ نہیں اس میں ناگوار نیرنگی نہیں یہاں سادگی و پرکاری بیک وقت جمع ہیں۔''

زبان کو سادگی کے دائرے میں رکھنے والے کو ہر وقت یہ خطرہ لاحق رہتا ہے کہ اس کی سادگی پر عمومیت اور بعض صورتوں میں عامیانہ پن کا سایہ نہ پڑ جائے۔ اکثر نثر نگاروں سے یہ لغزش ہو ہی جاتی ہے۔ سید وقار عظیم ''ہماری داستانیں'' میں لکھتے ہیں، ''میر امن کے طرز بیان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اُن کی سادگی ہمیشہ عمومیت اور ابتذال کے داغوں سے پاک رہی ہے اس سادگی کی ایک تہذیبی سطح ہے اور میر امن کبھی اس تہذیبی سطح سے نیچے نہیں اترتے۔

5 'باغ و بہار' کی زبان کی سب سے اہم خصوصیت اس میں اعتدالی رویّے کا اپنایا جانا ہے۔ میرامن کی داستان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں عربی، فارسی کے الفاظ کم اور ٹھیٹ اردو کے الفاظ زیادہ ہیں میرامّن بدیسی الفاظ سے مرعوب ہو کر اپنے مقامی الفاظ کو نہیں بھولتے قدیم فارسی تشبیہوں اور استعاروں کے ساتھ ساتھ اپنے بے تکلف اور لطیف استعارات اور تشبیہات کو بھی بڑے قرینے سے جملوں میں پروتے ہیں۔ مقامی الفاظ کے لطیف اور مناسب استعمال نے میرامن کے یہاں اخلاقیات کو ادب کا جز بنا دیا ہے۔ وہ حکمت و دانش اور پند و نصیحت کی باتیں بھی اس خوبصورتی سے بیان کر جاتے ہیں کہ کانوں کی راہ سیدھی دل پر اثر کر جاتی ہیں۔ بقول سید وقار عظیم ''میرامن کو لفظوں پر قدرت ہے وہ آسان ہندوستانی لفظوں سے مرکبات بنا کر اور ہندوستانی کے معمولی الفاظ استعمال کر کے اپنی بات کا وزن اتنا بڑھا دیتے ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔''

6.7 فرہنگ

معرکہ الآر	زابردست (معرکۃ الآرا بھی مستعمل ہے)
بہرور	فائدہ اٹھانے والا
شایان شان	لائق، مرتبے کے مطابق
معاشقہ	عشق، عاشقی، محبت
متروک	جسے چھوڑ دیا جائے، چھوڑا ہوا، ترک کردہ، منقطع
پذیرائی	قبولیت، استقبال
سحر کاری	جادو، منتر، ٹونا، اثر، تاثیر، کشش کا کام
مرور ایام	دنوں کا گزرنا
طبع زاد	ذاتی کد و کاوش سے پیدا کیا ہوا، اپنا لکھا ہوا
محقق	تحقیق کرنے والا، کسی شے کی حقیقت دریافت کرنے والا، بات کو دلیل سے ثابت کرنے والا
مصنفین	مصنف کی جمع، تصنیف کرنے والے، کتابیں لکھنے والے لوگ
مترجمین	واحد مترجم، ترجمہ کرنے والے لوگ
سرگزشت	آپ بیتی، سر پہ گزرا ہوا، بیتا ہوا واقعہ، حالات زندگی، واردات، حال واحوال، سوانح عمری
بے نظیر	بے مثل، بے مثال، لاثانی
تالیفات	ترتیب دینے کا کام، مختلف مضامین (نظم و نثر) چن کر ترتیب دینے کا عمل، جمع کرنے کا کام
فوقیت	ترجیح، برتری، بلندی، افضلیت
خراج تحسین	کسی کے ہنر یا کمال کی تعریف، شکر گزاری کے کلمات، داد
نقد و تجزیہ	تنقید و تجزیہ
ریختہ	اردو جو مختلف زبانوں سے مل بنی (اردوئے قدیم)

تسنیم جنت کے ایک چشمے یا نہر کا نام

مستند سند یا تصدیق کیا ہوا، معتبر، مصدقہ، استناد کے قابل

تغیرات تبدیلیاں

اعجاز فرق عادت جو منکرین کو قائل کرنے کے لیے انبیا سے ظہور میں آئے، معجز؛ وہ حیرت انگیز بات جو معجزہ سی معلوم ہو، کرشمہ

لغزش لرزش، پھسلن، لڑکھڑاہٹ، (مجازاً) عدم استقلال، جگہ سے ہٹنا۔ خطا، نسیان، بھول چوک۔ بے راہ روی، گمراہی۔ نقص، عیب، غلطی، بہکنا

ابتذال اخلاقی پستی۔ کمینہ پن۔ عمومیت یا کثرت استعمال جس سے اہمیت گھٹ جائے۔ نظم ونثر کا عامیانہ رکیک انداز، فرسودہ اور پامال مضامین والفاظ کا استعمال

ناگزیر جس کے علاوہ چارہ کار نہ ہو، جس کے سوا اور کوئی تدبیر نہ ہو، اٹل ضروری

روش طور طریقہ، ڈھنگ

دانش عقل مندی، دانائی، سمجھ؛ فکر، رائے

پندونصیحت نصیحت، ہدایت، بھلی بات

روزمرہ بول چال، روزانہ کی عام بات چیت کا اسلوب۔ روزانہ کا معمول، عام بات

متوازن وزن میں برابر، جس میں توازن ہو، معتدل، موزوں، متناسب

مزین زینت دینے والا (مجازاً) رونق بخشنے والا، رونق افروز

آشنا دوست، رفیق، ساتھی، شخص جو روشناس ہو، جانا پہچانا، جس سے شناسائی ہو۔ مانوس

لسان زبان، بولی

دل فریبی دل کو لبھانے کا عمل یا کیفیت، دلکشی۔

متحرک حرکت کرنے والا، چلتا پھرتا، ہلنے والا، جنباں، رواں، جاری۔ (مجازا) سرگرم عمل

چشمہ زمین سے پانی نکلنے کی جگہ، پانی کا سوتا، منبع، چوپا

تقلید پیروی، نقل، کسی کے قدم بہ قدم چلنا۔ کسی مجتہد یا فقہی مسلک کی پیروی کرنا یا اس کے احکام پر عمل کرنا

نقوش علامات، نشانات (بالعموم تراکیب میں مستعمل)

فارس ملک ایران کا قدیم نام، ملک ایران کا ایک علاقہ تھا پھر پورے ایران کو فارس کہنے لگے

جلوہ افروز ظاہر، نمودار، رونق افروز، تشریف فرما

محل سرا بادشاہوں، نوابوں اور رئیسوں کا زنان خانہ، حرم سرا، محل، زنانہ مکان کی پاسبان، محل دار

نشین مرکبات میں بطور جز دوم، بیٹھنے والا کے معنی میں مستعمل، جیسے، خاک نشیں، گدی نشین، پردہ نشیں، گوشہ نشیں وغیرہ۔

قواعد جملے یا الفاظ کی ترتیب جو اہل زبان کے طریق استعمال کے مطابق ہو اور جسکے خلاف فصاحت کے خلاف ہو مثلاً پان سات پر قیاس کر کے چھ آٹھ یا آٹھ چھ بولا جائے تو تو روزمرّہ کے خلاف

ہوگا اسی طرح بلا ناغہ کی جگہ بے ناغہ اور روز روز کی جگہ دن دن یا آئے دن کی جگہ آئے روز کہنا خلاف روزمرّہ ہے۔ کیونکہ اہلِ زبان اس طرح نہیں بولتے۔

عجم — عرب کے سوا کسی دوسرے ملک کے لوگ، غیر عرب، گونگا، ژولیدہ بیان (عرب دوسرے ملکوں کے لوگوں کو فصاحت و بلاغت میں اپنا ثانی نہیں سمجھتے تھے اس لیے غیر عرب کو عجم اور وہاں کے رہنے والے کو عجمی کہتے تھے)

شہ — شاہ کا مخفف، بادشاہ، سلطان، ملک ۔ مرکبات میں بطور سابقہ استعمال ہوتا ہے۔ اور اسم مکبر بنانے میں مدد دیتا ہے، جیسے شہ رگ، شہ پر وغیرہ نیز بہتر اور برتر کے معنی بھی دیتا ہے۔ (ماخوذ: وضع اصطلاحات)

دستاویز — کوئی اہم تحریر، یادداشت، اقرار جو آئندہ حوالے کے لیے مفید ہو۔ وہ کاغذ جو دو یا کئی لوگوں کے مابین کسی معاملے میں بطور سند لکھا جائے، تمسک، اقرار نامہ، راضی نامہ۔

6.8 کتب برائے مطالعہ

باغ و بہار (تحقیق وتنقید کے آئینہ میں)	مقدمہ سلیم اختر ا	اعجاز پبلشنگ ہاوس نئی دہلی
اردو داستان: تحقیق وتنقید	قمر الہدی فریدی	علی گڑھ
داستان سے افسانے تک	وقار عظیم	طاہر بک ایجنسی قاسم جان اسٹریٹ، دہلی، ۱۹۷۲ء
اردو داستان (تحقیقی وتنقیدی مطالعہ)	ڈاکٹر سہیل بخاری	مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء
اردو کی نثری داستانیں	گیان چند جین	اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنو، ۱۹۸۷ء
اردو زبان اور فن داستان گوئی	کلیم الدین احمد	ادارۂ فروغِ اردو، امین آباد، لکھنو
ہماری داستانیں	وقار عظیم	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس سوتیوالان، نئی دہلی
داستان سے ناول تک	ابن کنول	ایس این لینگویج اکیڈمی جامعہ نگر نئی دہلی ۲۰۰۳ء
میرامن (مونوگراف)	ابن کنول	اردو اکادمی دہلی ۲۰۱۲ء
باغ و بہار کا تنقیدی جائزہ	امام مرتضی نقوی	اردو پبلشرز تلک مارگ لکھنو ۱۹۷۸ء
فرہنگِ باغ و بہار	ساجدہ قریشی	اسلامک ونڈرس بیرو نئی دہلی ۲۰۱۵ء
داستان کی جمالیات (اردو کی نثری داستانیں)	ابن کنول	M.R. Publications New Delhi 2020

ignou THE PEOPLE'S UNIVERSITY